© rasailojaraid.com

ان شاء اللہ

سرسید احمد خانؒ

"ان شاء اللہ" عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "اگر اللہ نے چاہا" ہم محض رسم اور دکھاوے یا عادت کے طور پر اپنے دوستوں، عزیزوں اور ملنے والوں سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کل ان شاء اللہ آپ کے ہاں ضرور آئیں گے، ان شاء اللہ میں آپ کا یہ کام ضرور کردوں گا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہمارا جانے کا ارادہ ہوتا ہے نہ کام کرنے کا مگر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی کا دل توڑیں یا انکار کر کے کسی سے برے بنیں، اس لیے بڑے جوش سے ان شاء اللہ کہہ دیتے ہیں جو ایسے موقع پر صریح گناہ اور معصیت ہے۔ ہمارا یہ جملہ اس درجہ بدنام ہو چکا ہے کہ لفظ "ان شاء اللہ" کی کوئی عظمت ہمارے دلوں میں باقی نہیں رہی اور جب بھی ہم میں سے کوئی اپنے دوست سے کہتا ہے کہ میں ان شاء اللہ کل آپ کے ہاں آؤں گا تو وہ فوراً کہتا ہے "ان شاء اللہ نہیں پکا وعدہ کرو" گویا ہمیں مخاطب کے ان شاء اللہ کہتے ہی اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے، ہرگز نہیں آئے گا یا کبھی میرا کام نہیں کرے گا۔ دوسری عادت ہم میں شرعی حیلے تلاش کر کے کسی کام سے بچنے کی اتنی پیدا ہو گئی ہے جس کی انتہا نہیں اور ایک دو میں نہیں عوام سے لے کر خواص تک اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک اور جاہل سے لے کر عالم تک ہر شخص اس میں بری طرح مبتلا ہے۔

ان دونوں باتوں کے متعلق سرسید نے ظریفانہ اور مزاحیہ انداز میں ایک بہت پر لطف مضمون سوال و جواب کے پیرائے میں "ان شاء اللہ" کے عنوان سے تہذیب الاخلاق میں لکھا تھا جس کو مولانا حالی نے اپنے ایک نوٹ کے ساتھ "حیات جاوید" میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ہم حیات جاوید سے یہ مضمون یہاں نقل کرتے ہیں۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

"کافر۔ کافر"

"کیوں حضرت کافر کیوں؟"

"تم نے کیا کہا؟"

"میں نے کہا انا مومن ان شاء اللہ (ان شاء اللہ میں مومن ہوں)"

"کافر کافرایوں کہو "انا مومن حقا (میں یقیناً مومن ہوں) اس جگہ ان شاء اللہ کا لفظ نہیں کہتے۔ ایسے موقع پر یوں بولنا کفر ہے۔"

"پھر حضرت کس جگہ کہتے ہیں؟"

"قسم سے بچنے، وعدہ نہ کرنے، بے گناہ کو دھوکا دینے، جھوٹ بولنے اور جھوٹا نہ ہونے میں۔"

"حضرت! پھر تو ان شاء اللہ خوب اوزار ہے، کیا مسلمانوں کا برتاؤ اسی مسئلے پر ہے؟"

"ہاں جو پرہیزگار، مولوی، عالم، شرع پر چلنے والے ہیں، گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ اسی پر خیال رکھتے ہیں۔"

"حضرت! میں تو نہیں سمجھا۔"

"فقہ پڑھی ہو، اصول فقہ کو جانتے ہو، عالموں کی صحبت اٹھائی ہو تو جانو۔ جاہل کندۂ ناتراش، نہ پڑھے نہ لکھے، جانو تو کیا جانو!"

"حضرت آپ ہی سمجھا دیجیے۔"

"ارے میاں! "ان" کے معنی "اگر" "شاء" کے معنی "چاہا" واللہ کے معنی تو اللہ کے ہیں ہی، مگر وہ فاعل واقع ہوا ہے۔ جس کے معنی "نے" کے ہوتے ہیں۔ ان سب کو ملاؤ تو یہ معنی ہوئے "اگر چاہا اللہ نے" اب دو مسئلے فقہ کے اور سمجھ لو۔ اگر کوئی امر کسی پر مشروط ہو اور بسبب نہ پورے ہونے شرط کے ادا نہ کیا جائے تو کچھ گناہ لازم نہیں آتا "اذا فات الشرط فات المشروط" ایک مسئلہ ہوا؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خالق جمیع افعال عباد کا خدا ہے۔ پس جب ان دونوں مسئلوں کو ملا کر ان شاء اللہ کے معنوں کو دیکھو تو ان شاء اللہ کہنے کے بعد کچھ گناہ نہیں رہتا۔"

"حضرت! میں مسئلے کو بخوبی سمجھ گیا، مگر اب تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ گناہ کیونکر نہیں رہتا؟ کیا وہ لفظوں کے الٹ پھیر سے الٹ جاتا ہے؟"

"جاہل! اور کیا؟ ہماری جیب میں ایک گھڑی ہے، ہمارے دوست کو اس کی ضرورت ہے۔ جب اس نے ہم سے مانگی، ہم نے کہا کہ ہمارے گھر میں کوئی گھڑی ہی نہیں۔ اس نے کہا "قسم تو کھاؤ" ہم نے کہا "خدا کی قسم، ہمارے گھر میں کوئی گھڑی نہیں۔" ہمارے گھر میں ایک اشرفی رکھی ہے، ہمارے دوست نے ہم سے اشرفی مانگی۔ ہم نے کہا "ہمارے پاس کوئی اشرفی نہیں" اس نے کہا "قسم تو کھاؤ" ہم نے کہا "خدا کی قسم ہمارے پاس کوئی اشرفی نہیں" کیوں سچ بات ہوئی کہ نہیں؟ بات ہی بات میں گناہ الٹ گیا کہ نہیں؟ یہ تو باتیں ہی باتیں ہوئیں؟ روپے، پیسے، سود، بیاج کے معاملے میں بھی لفظوں ہی کے الٹ پھیر سے گناہ الٹ جاتا ہے۔ تولہ بھر سونا سولہ روپے کی قیمت کا ہم سے قرض لو۔ سود سے بچنے کو کہہ لو کہ ہم تولے چاندی لیں گے۔ سولہ تولے چاندی میں وہی تولہ بھر سونا آیا اور چار تولے چاندی سود میں بیچ رہی اور سود نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا۔ کھوٹا سونا جس میں ذرا سا تانبے کا میل ہو قرض دو اور اسی وزن کے برابر کھرا سونا لے لو۔ مال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا۔ مکان گروی رکھو، راہن سے کہلوا لو کہ سکونت میں نے بخل کی۔ کرائے کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا۔ گاؤں گروی لو مثلاً ہزار روپے کو جس میں دو سو روپے سالانہ کا فائدہ ہو، راہن سے اسی روپے سال دینے کے اقرار پر پٹا لکھوا لو اور گاؤں پر قبضہ کر لو۔ کل منافع تحصیل کرو۔ ایک سو بیس روپے سال سود کے پٹے کے نام سے بچ گئے کہ نہیں؟ اور سود نہ ہوا۔"

"حضرت کیا یہ ہوتا ہے؟"

"خدا کی قسم اب کرتے ہیں۔ جتنے مقدس، خدا پرست، وہابی، نیم وہابی، مقلد، حنفی، زمیندار، تعلقہ دار ہیں سب کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مولویوں نے فتوے دے دیئے ہیں۔ اب سمجھے کہ لفظوں کے الٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہیں۔ کوئی ہمارے پاس زکوٰۃ کا روپیہ لائے اور ہم مستطیع ہوں، ابھی گھر میں جا کر بیوی سے کہہ دیں کہ ہم نے اپنا کل مال تم کو ہبہ کیا۔ اب مفلس ہو گئے کہ نہیں؟ باہر آویں اور زکوٰۃ کا روپیہ لے لیں۔ باتیں ہی تو ہیں، ان باریکیوں کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے۔"

"بھلا حضرت! یہ تو ہوا، ان شاء اللہ والی بات رہ گئی، اس کو بھی کسی مثال سے سمجھا دو۔"

"ارے میاں یوں سمجھو کہ ہم نے تمہارا دل خوش کرنے کو تم سے کہہ دیا کہ ہم کل تمہارے ہاں آویں گے ان شاء اللہ، ہمارا ارادہ آنے وانے کا کچھ نہ تھا، یوں ہی کہہ دیا تھا، جب نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہیں چاہا۔ اس لیے وعدے کو مشروط کیا تھا۔ "اذا فات الشرط فات المشروط" بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا۔ کبھی تم عدالت میں گواہی دینے بھی گئے ہو؟"

"ہاں صاحب! ایک دفعہ گیا تھا، میں نے تو جو سچ تھا کہہ دیا تھا، مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا، میں کیا کرتا، وہاں ایک کالی مخمل کی گول چنٹ دار ٹوپی پہنے ہوئے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا، اس نے قسم دی کہ سچ کہنا، میں جھوٹ بولنے سے ڈر گیا، سچ کہہ دیا۔"

"ہاں فقہ نہ جاننے سے، عالموں کی صحبت نہ اٹھانے سے یہی تو نتیجہ ہوتا ہے۔ ارے! جب اس مولوی جج نے قسم دی تھی کہ سچ بولنا، تو نے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولوں گا ان شاء اللہ۔ اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ نہ جانتا تھا تو پکار کر ہی ان شاء اللہ کہہ دیا ہوتا اور اگر وہ مولوی تھا اور مجسٹریٹ مجسٹریٹ بدلائی آن پڑی تھی تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم! سچ بولوں گا اور جھٹ پٹ دل میں کہہ لیا ہوتا ان شاء اللہ، مگر یہ خیال رکھا ہوتا کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے ورنہ ان شاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا، پھر جو چاہتے وہ کہہ دیتے، ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ نہ ہوتا۔"

"حضرت! باتیں تو آپ نے خوب بتائیں، مگر میں حیرت میں ہو گیا۔ اب تو رخصت ہوتا ہوں اور کسی سے بھی تحقیق کروں گا۔ میرا دل دھکڑ پکڑ کر رہا ہے۔"

"تم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا، یہی بتا دے گا۔ کہو تو میں ابھی ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، بحرالرائق، نہر الفائق اور بڑے بڑے معتبر فتاووں سے ہر ایک جزئی کی روایت نکال دوں اور تم نے وہ فتاویٰ بھی دیکھا ہے جو پرانے خاندانی مولویوں اور قاضیوں کے پاس ہوتا ہے؟ میں اس وقت اس کا نام بھول گیا ہوں، یاد آ جاوے گا تو بتا دوں گا۔ اس میں ہر ایک مسئلے کی نسبت دو دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک میں جائز حلال اور دوسری میں ناجائز حرام لکھ رکھا ہے۔ پھر جونسی روایت کے مطابق چاہا فتویٰ لے لیا۔ بہت ہوا روپیہ، دو روپے فتوے کے نام سے نہیں، اور کسی نام سے کبھی کبھی دیتے رہے۔ کیوں؟ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ مگر اس زمانے میں جو کمبخت مقلدین خلاف طاحدہ نکلے ہیں وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہیں۔ یا اللہ! کیا مشکل پڑی ہے۔"

تھوڑی دیر چلے تھے کہ ایک بڈھے مرد متبرک صورت سفید ریش ملے، جانا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہیں، پکار کر کہنے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی کیا کوئی مذہبی مسئلہ ہے؟ بولے "حضرت! ہاں مذہب کا مسئلہ ہے" انہوں نے کہا کہ بھائی نہ میں مولوی نہ مولوی کی دم، مجھ سے اور مذہبی مسئلوں کے پوچھنے سے کیا واسطہ! کسی مولوی صاحب سے جا کر پوچھو۔ اسی شہر میں بہت سے مولوی ہیں۔ یہاں سے دس پندرہ کوس پر نامی نامی قصبے ہیں، وہاں مولویوں کے ڈھیر کے ڈھیر ہیں، وہاں جا کر پوچھو۔"

"نہیں حضرت! میں آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ کا نام بھی تو مشہور ہے۔"

"ارے میاں شیطان کا نام تو مجھ سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ ابھی ویسے شہرت تو مجھ کو ہوئی بھی نہیں۔ میں نیچری مشہور ہوں، ملا مولوی نہیں ہوں، مجھ سے مت پوچھو۔"

"حضرت! اگر مولوی ملاؤں سے دل کو تسکین ہوتی تو آپ تک کیوں آتے؟ جب دل ہی کو تسکین نہ ہو تو مولوی ملاؤں کو کیا کریں؟ پھر آپ نیچری ہوں یا پنچری، بے پوچھے تو دل مانتا نہیں، خدا کے واسطے بتا ہی دو۔"

"اچھا صاحب پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ مگر میں کسی فتاوی وتاوی کو نہیں جانتا، خدا کی کتاب اور خدا کے قانون کو جو سب کی آنکھوں کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ جانتا ہوں، جو کہوں گا اسی سے کہوں گا۔"

"بہت اچھا! آپ اسی سے فرمایئے گا، میں پوچھتا ہوں کہ آپ "ان شاء اللہ" کو جانتے ہیں؟"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا۔ کھوٹا سونا جس میں ذرا سا تانبے کا میل ہو قرض دو اور اسی وزن کے برابر کھرا سونا لے لو، سال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا۔ مکان گروی رکھو، راہن سے کہلوا لو کہ سکونت میں نے بخل کی۔ کرائے کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا۔ گاؤں گروی لو، مثلاً ہزار روپے کو جس میں دو سو روپے سالانہ کا فائدہ ہو، راہن سے اسی روپے سال دینے کے اقرار پر پٹا لکھوالو اور گاؤں پر قبضہ کر لو۔ کل منافع تحصیل کرو۔ ایک سو بیس روپے سال سود کے پیٹے کے نام سے بچے کہ نہیں؟ اور سود نہ ہوا"

"حضرت کیا یہ ہوتا ہے؟"

"خدا کی قسم! سب کرتے ہیں۔ جتنے مقدس، خدا پرست، وہابی، نیم وہابی، مقلد، حنفی، زمیندار، تعلقہ دار ہیں سب کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مولویوں نے فتوے دے دیئے ہیں۔ اب سمجھے کہ لفظوں کے الٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہیں۔ کوئی ہمارے پاس زکوٰۃ کا روپیہ لائے اور ہم مستطیع ہوں، ابھی گھر میں جا کر بیوی سے کہہ دیں کہ ہم نے اپنا کل مال تم کو ھبہ کیا۔ اب مفلس ہو گئے کہ نہیں؟ باہر آویں اور زکوٰۃ کا روپیہ لے لیں۔ باتیں ہی تو ہیں، ان باریکیوں کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے۔"

"بھلا حضرت! یہ تو ہوا، ان شاء اللہ والی بات رہ گئی، اس کو بھی کسی مثال سے سمجھا دو۔"

"ارے میاں یوں سمجھو کہ ہم نے تمہارا دل خوش کرنے کو تم سے کہہ دیا کہ ہم کل تمہارے ہاں آویں گے ان شاء اللہ، ہمارا ارادہ آنے وانے کا کچھ نہ تھا، یوں ہی کہہ دیا تھا، جب نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہیں چاہا۔ اس لیے وعدے کو مشروط کیا تھا۔ "اذا فات الشرط فات المشروط" بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا۔ کبھی تم عدالت میں گواہی دینے بھی گئے ہو؟"

"ہاں صاحب! ایک دفعہ گیا تھا، میں نے تو جو سچ تھا کہہ دیا تھا، مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا، میں کیا کرتا، وہاں ایک کالی کلوٹی گول چٹ دار ٹوپی پہنے ہوئے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا، اس نے قسم دی کہ سچ کہنا، میں جھوٹ بولنے سے ڈر گیا، سچ کہہ دیا۔"

"ہاں فقہ نہ جاننے سے، عالموں کی صحبت نہ اٹھانے سے یہی تو نتیجہ ہوتا ہے۔ ارے! جب اس مولوی جج نے قسم دی تھی کہ سچ بولنا، تو نے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولوں گا ان شاء اللہ۔ اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ نہ جانتا تھا تو پکار کر ہی ان شاء اللہ کہہ دیا ہوتا اور اگر وہ مولوی تھا اور فقیہ بے تمیز ہے بدلائی آن پڑی تھی تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم! سچ بولوں گا اور جھٹ پٹ دل میں کہہ لیا ہوتا ان شاء اللہ، مگر یہ خیال رکھا ہوتا کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے ورنہ ان شاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا، پھر جو چاہتے وہ کہہ دیتے، ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ نہ ہوتا۔"

"حضرت! باتیں تو آپ نے خوب بتائیں، مگر میں حیرت میں ہو گیا۔ اب تو رخصت ہوتا ہوں اور کسی سے بھی تحقیق کروں گا۔ میرا دل دھکڑ پکڑ کر رہا ہے۔"

"تم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا، یہی بتا دے گا۔ کہو تو میں ابھی ہدایہ، شرح وقایہ، در مختار، بحر الرائق، نہر الفائق اور بڑے بڑے معتبر فتاووں سے ہر ایک جزئی کی روایت نکال دوں اور تم نے وہ فتاوٰی بھی دیکھا ہے جو پرانے خاندانی مولویوں اور قاضیوں کے ہاں ہوتا ہے؟ میں اس وقت اس کا نام بھول گیا ہوں، یاد آجاوے گا تو بتا دوں گا۔ اس میں ہر ایک مسئلے کی نسبت دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک میں جائز حلال اور دوسری میں ناجائز حرام لکھ رکھا ہے۔ پھر جونسی روایت کے مطابق چاہا فتویٰ لے لیا۔ بہت ہوا روپیہ، دو روپے، فتوے کے نام سے نہیں، اور کسی نام سے کبھی کبھی دیتے رہے۔ کیوں؟ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ مگر اس زمانے میں جو کمبخت مقلدین فلاسفہ ملاحدہ نکلے ہیں وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہیں۔ یا اللہ! کیا مشکل پڑی ہے۔"

تھوڑی دیر چلے تھے کہ ایک پیر مرد متبرک صورت سفید ریش ملے، جانا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہیں، پکار کر کہنے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی کیا کوئی مذہبی مسئلہ ہے؟ بولے "حضرت! ہاں مذہب کا مسئلہ ہے" انہوں نے کہا کہ بھائی نہ میں مولوی نہ مولوی کی دم، مجھ سے اور مذہبی مسئلوں کے پوچھنے سے کیا واسطہ! کسی مولوی صاحب سے جا کر پوچھو۔ اسی شہر میں بہت سے مولوی ہیں۔ یہاں سے دس پندرہ کوس پر نامی نامی قصبے ہیں، وہاں مولویوں کے ڈھیر ہیں، وہاں جا کر پوچھو۔"

"نہیں حضرت! میں آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ کا نام بھی تو مشہور ہے۔"

"ارے میاں شیطان کا نام تو مجھ سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ ابھی ویسے شہرت تو مجھ کو ہوئی بھی نہیں۔ میں نیچری مشہور ہوں، ملا مولوی نہیں ہوں، مجھ سے مت پوچھو۔"

"حضرت! اگر مولوی ملاؤں سے دل کو تسکین ہوتی تو آپ تک کیوں آتے؟ جب دل ہی کو تسکین نہ ہو تو مولوی ملاؤں کو کیا کریں؟ پھر آپ نیچری ہوں یا پچری، بے پوچھے تو دل مانتا نہیں، خدا کے واسطے بتا ہی دو۔"

"اچھا صاحب پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ مگر میں کسی فتاوٰی وتاوی کو نہیں جانتا، خدا کی کتاب اور خدا کے فتاوٰی سچ کو جو سب کی آنکھوں کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ جانتا ہوں، جو کہوں گا اسی سے کہوں گا۔"

"بہت اچھا! آپ اسی سے فرمایئے گا، میں پوچھتا ہوں کہ آپ "ان شاء اللہ" کو جانتے ہیں؟"

© rasailojaraid.com

"خوب جانتا ہوں، ہماری دلی کے رہنے والے تھے، بڑے شاعر تھے، مزاج میں ظرافت تھی۔ ان کے یہ اشعار مجھے یاد ہیں، پہلے مصرع میں شاید کچھ لفظ ادل بدل ہو گئے ہیں۔

مولوی کہتے ہیں ہم کو تو نے کیوں رسوا کیا
کیا گنہ، کیا جرم، کیا تقصیر ہم نے کیا کیا
واسطہ، باعث، سبب، موجب، جہت کچھ بات تھی
راز وہ کمبخت کیا تھا میں نے جو افشا کیا
کیا کہا، کس سے کہا، کس نے سنا، کب کس گھڑی
کس جگہ، کس وقت، کس دم آپ کا چرچا کیا

"حضرت! میں آپ سے انشاء اللہ خان کا حال نہیں پوچھتا، "ان شاء اللہ" کے لفظ کی نسبت حکمِ شرع کا پوچھتا ہوں کہ کس مراد اور کس مطلب سے اور کس مقام پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے؟"

"یہ کہو! ذرا مجھ کو خدائی فتاوی نیچر دیکھ لینے دو۔ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ تم کو کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا چاہیے کہ میں کل کر دوں گا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اگر خدا چاہے تو میں کل کر دوں گا۔ خدا بسبب علۃ العلل ہونے کے ہر کام کو خواہ انسان کرے یا حیوان، اپنی طرف منسوب کرتا ہے، اس لئے انسان کو بھی لازم ہے کہ ہر چیز کو خدا سے متعلق کرے۔ پس جس بات پر ان شاء اللہ کا لفظ کہا جاتا ہے تو ان شاء اللہ کے لفظ سے اس بات پر تعلیق ہوتی ہے اور وعدے کو زیادہ استحکام ہوتا ہے۔ سننے والے کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ وعدہ کرنے والے نے خدا پر اس وعدے کی تعلیق کی ہے تو ضرور اس کو پورا کرے گا۔ اگر تم نے کسی سے وعدہ کیا کہ میں کل تمہارے گھر آؤں گا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا اور نہیں گئے تو صرف وعدہ خلافی کا گناہ ہوا اور گر اس کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا اور پھر نہ گئے تو تین گناہ ہوئے۔ ایک وعدے کا، دوسرا اس بات کا کہ جس سے وعدہ کیا گیا تھا اس کو وعدہ پورا کرنے کا زیادہ یقین دلایا اور وعدہ پورا نہ کیا، تیسرا اس بات کا کہ خدا کو ضامن دیا اور اسکے نام کی عزت کا بھی کچھ ادب نہ کیا۔ اگر کسی بات پر قسم کھا کر ان شاء اللہ کہا ہو تو تم قسم توڑنے پر گناہ سے نہیں بچتے، بلکہ دگنا گناہ ہوتا ہے، قسم توڑنے کا، خدا کے ساتھ تعلیق کرکے اس کا ادب نہ کرنے کا، جب قسم کھائی کہ سچ کہوں گا اور ظاہر میں یا دل میں ان شاء اللہ کہہ لیا اور پھر جھوٹ بولے تو تین گناہ ہوئے، جھوٹ بولنے کا، قسم توڑنے کا، خدا پر تعلیق کرکے اس کا ادب نہ کرنے کا۔ جس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے، جب مصمم اور نہایت مضبوطی اور سچی نیت سے اس کے پورا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، اس وقت اس کے ساتھ ان شاء اللہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تم نے ایک مولوی

سے کہا کہ میں تم کو ان شاء اللہ دس روپے دوں گا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ضرور بے شک تم کو دس روپے دوں گا۔"

"حضرت! اپنے وعدوں کی نسبت تو مولوی بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ وعدہ نفلی نہیں رہتا، بلکہ بحکم نصوص صریحہ مثل زکوٰۃ اور نذر معین کے واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اور جگہ کہتے ہیں کہ نہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوتا ہے، نہ قسم توڑنے کا گناہ ہوتا ہے اور ان شاء اللہ کو ایک سپر (ڈھال) بتاتے ہیں جو ہر ایک حربے سے بچا لیتی ہے۔ حضرت! خدا مارے یا چھوڑے، ان مولویوں نے جو اسلام بنا رکھا ہے اگر وہی اسلام ہے تو میرا سلام۔ اس سے نیچری ہی اچھے جو سچائی کو اسلام بتاتے ہیں۔"

حواشی

۱۔ (گویا ایک مولوی کا قصبہ کا ایک جاہل آدمی سے خطاب ہے اور اس نے جو یہ لفظ کہا ہے کہ انا مومن ان شاء اللہ (ان شاء اللہ میں مومن ہوں) اس پر اس کو فخر تا ہے۔ حالی)

۲۔ (یہاں تک مولوی اور اس کے جاہل مخاطب کی گفتگو تھی، اس کے بعد گویا آرٹیکل لکھنے والا کہتا ہے کہ اس جاہل کا مقابلہ دراہ میں نیچریوں کے کسی سرگروہ سے ہو گیا، پھر ان دونوں کے سوال و جواب ہیں۔ حالی)

۳۔ خدا کے فتاویٰ سے مراد فطرت انسانی ہے جس میں حسن و قبح اشیاء کا علم ودیعت کیا گیا ہے اور جس کی طرف مخبر صادق نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ "استفت قلبک ولو افتاک المفتون" (اپنے دل سے فتویٰ پوچھو اور اسی کے مطابق عمل کرو۔ مفتیوں کا فتویٰ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) اور جو لوگ اس فتاویٰ کے موافق عمل کرتے ہیں وہ مفتیوں کے فتووں سے مستغنی ہیں۔ چنانچہ ہم نے خود دیکھا کہ نواب مصطفیٰ خان مرحوم رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کے پاس ایک موضع گروی تھا۔ بہت مدت کے بعد مالک نے اس کو چھڑانا چاہا۔ ہر چند کہ رہن نامے میں تمام منافع موضع مرہونہ کا مرتہن کو معاف و مباح کر دیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کل زر رہن ادا کرنا چاہتا تھا اور مفتیوں نے بھی اباحت کا فتویٰ دے دیا تھا مگر اس مرحوم مغفور نے یہی حدیث پڑھی کہ استفت قلبک ولو افتاک المفتون اور جس قدر منافع اس موضع سے وصول ہوا تھا سب زر رہن میں سے مجرا دے کر باقی روپیہ راہن سے لے لیا۔ (حالی)

© rasailojaraid.com

علم نجوم کے اصول اور مبادی

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ، کراچی

علم نجوم کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ عالم تحت القمر یا ارسطا طالیسی "عالم الکون والفساد" میں جتنی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ان سب کا اجرام سماوی کے مخصوص طبائع اور حرکات سے قریبی تعلق ہے۔ انسان، جو عالم اصغر ہونے کی حیثیت سے پورے عالم اکبر کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے، بالخصوص ستاروں کی تاثیرات کے تابع ہے، اس میں خواہ ہم بطلمیوس کی پیروی میں واضح طور پر اس عملی نظریے کو تسلیم کریں کہ اجرام فلکی سے نکلی ہوئی شعاعوں سے ایسی قوتیں یا اثرات خارج ہوتے ہیں جو معمول (قابل) کی طبیعت کو عامل (فاعل) کی طبیعت کے مطابق بنا دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں یا راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ہم خیال ہونے کی غرض سے اجرام سماوی کو آئندہ ہونے والے واقعات کا اصل فاعل نہ مانتے ہوئے محض ان واقعات کی نشانیاں (دلائل) تصور کریں۔ ستاروں کا اثر ان کی انفرادی نوعیت پر، نیز زمین یا دوسرے ستاروں کے لحاظ سے ان کے مقام پر منحصر ہے، لہذا عالم کون وفساد کے واقعات اور انسانی زندگی کے نشیب وفراز ہمیشہ لاتعداد اور نہایت متنوع بلکہ متناقض سماوی اثرات کے نہایت ہی پیچیدہ اور متغیر امتزاج کے تابع ہوتے ہیں۔ ان اثرات کو جاننا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ نظر میں رکھ کر دیکھنا منجم کا محنت طلب کام ہے۔

آخر میں جغرافیائی عنصر کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ چونکہ روئے زمین کی ہر اقلیم ایک خاص برج اور ایک خاص سیارے کی تاثیر کے تابع ہے، لہذا مختلف ملکوں کے افراد کے لئے افلاک کی حالت سے ایک ہی جیسی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔

نجومی کا یہ "سازوسامان" ایک خاص وضع وقطع کا ہے۔ اس کا استعمال بھی اس سے کم پیچیدہ

نہیں۔ مسلمان منجمین کا فن تین بڑے نظاموں میں محدود قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ نظام مسائل (استفسارات یا سوالات) جس کی غرض وغایت ایسے سوالوں کا جواب دینا ہے جو روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کے متعلق ہوں، یعنی جب سائل کسی غیر حاضر شخص کے متعلق کچھ پوچھنا چاہے یا اسے کسی چور کا سراغ لگانا مقصود ہو یا کسی کھوئی ہوئی چیز کا پتا مطلوب ہو۔ یہ نجوم کا سب سے زیادہ آسان اور عام شعبہ ہے۔ ۲۔ نظام اختیارات (Electiones) یعنی کسی نہ کسی کام کے سرانجام دینے کا سعد وقت۔ اس وقت کے تعین کے لئے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ چاند اس وقت کس برج میں ہے۔ جو احکامی ہندی طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں وہ بارہ برجوں کے بجائے چاند کی ۲۸ منزلوں کا شمار کرتے ہیں۔ ۳۔ نظام سہام الموالید (Genethliological System) یا مسلم مصنفین کی اصطلاح میں جس نظام کی بنیاد تحاویل السنین (Revolutiones Annorum) پر ہے یعنی ان اصطلاحی یا وضعی سالوں یا ان کے حصوں پر جو کسی فرد کی پیدائش یا کسی حکومت، فرقے، یا مذہب یا کسی شہر کی تاسیس وغیرہ سے شروع کر کے اب تک گذر چکے ہوں یا گذرے ہوئے سمجھے جائیں۔ اس نظام کا بنیادی اصول دوسرے نظاموں سے مختلف ہے اور وہ یہ کہ ٹھیک پیدائش کے وقت کرۂ سماوی کی خاص صورتحال اٹل طور پر نوزائیدہ کی قسمت کی ہمیشہ کے لئے حد بندی کر دیتی ہے اور اس کے بعد اس کی زندگی بنیادی طور پر کرۂ سماوی کی آئندہ پیش آنے والی تبدیلیوں سے متاثر نہیں ہوتی۔ یہ بطلمیوس کا نظام ہے، جس میں اختیارات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے اور جو کچھ ہے اس کی حیثیت مضمرات کی ہے۔ اس کے ہاں نظام مسائل کے لئے ایک لفظ تک نہیں، نیز اس نظام میں دوسرے دو نظاموں کی نسبت فنی دقتیں زیادہ ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱، ۱۴ ص ۳۰۵۔۳۰۷ ملخصاً، دانش گاہ پنجاب لاہور)

علم نجوم کا اصطلاحی معنی اور اس کا شرعی حکم

علامہ مصطفیٰ آفندی بن عبداللہ قسطنطنی المتوفی ۱۰۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ ان قواعد کا علم ہے جس سے تشکلات فلکیہ یعنی افلاک اور کواکب اوضاع مخصوصہ مثلاً مقارنت، اور مقابلت وغیرہ سے دنیا کے حوادث ان کے مرنے اور جینے بننے اور بگڑنے اور دیگر احوال کی معرفت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ستاروں پر ایمان لایا وہ کافر ہو گیا لیکن اس کا محمل یہ ہے کہ جب نجومی کا اعتقاد یہ ہو کہ ستارے عالم کی تدبیر میں مستقل ہیں۔

علم نجوم کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہو کہ بعض حوادث بعض دوسرے حوادث کا سبب ہوں، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ سیارے نحوست (اور اسی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سعادت) کے لئے عادۃً اسباب اور علت ہیں، نہ اس پر کوئی حسی دلیل ہے نہ سمعی اور نہ عقلی۔ حسی دلیل کا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے اور عقلی دلیل اس لئے نہیں ہے کہ سیاروں کے متعلق ان کے اقوال متضاد ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عناصر سے مرکب نہیں ہیں بلکہ ان کی طبیعت خامسہ ہے پھر کہتے ہیں کہ زحل سرد خشک ہے اور مشتری گرم تر ہے اس طرح انہوں نے عناصر کے خواص کو کواکب کے لئے ثابت کیا۔ اور شرعاً اس لئے صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص ستاروں کے کاہن کے پاس گیا یا عراف کے پاس گیا یا منجم کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔

دیگر احادیث اس طرح ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔ (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۵۴۰۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج۵ ص ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔ (مسند احمد ج۲ ص ۴۲۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۹۵۳۲، عالم الکتب)

خصوصیت کے ساتھ نجومیوں کے متعلق یہ حدیث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے ستاروں کے علم سے اقتباس کیا اس نے جادو سے اقتباس کیا۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۰۰، دار الفکر)

کشاف اصطلاحات الفنون میں مذکور ہے کہ اس علم کا موضوع ستارے ہیں اس حیثیت سے کہ ستاروں سے اس جہان کے احوال اور مسائل معلوم ہوں، جیسے ان کا یہ قول ہے کہ جب سورج اس مخصوص جگہ پر ہو تو وہ اس جہان میں فلاں چیز کے پیدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اصحاب علم نجوم کا یہ زعم ہے کہ وہ سیاروں کی قوتوں کی معرفت سے اس جہان کی چیزوں کو پیدا ہونے سے پہلے جان لیتے ہیں۔

علم نجوم کے بطلان پر یہ دلیل کافی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے خود کسی ترکیب، کسی صنعت اور کسی طریقہ سے غیب کا علم حاصل کیا نہ امت کو اس کی تعلیم دی، انبیاء علیہم السلام کو صرف وحی سے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب حاصل ہوتا تھا۔ (کشف الظنون ج۲ ص ۱۹۳۱۔۱۹۳۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ

طہران، ۱۳۷۸ھ)

علم نجوم کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء (امام غزالی، امام بخاری، علامہ طیبی، ملا علی قاری، علامہ شامی، امام احمد رضا، علامہ امجد علی، مفتی احمد یار خاں، مفتی وقار الدین اور شیخ ابن تیمیہ وغیرہم کی آراء)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ فرماتے ہیں: علم نجوم کے احکام کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسباب سے حوادث پر استدلال کرتے ہیں لیکن شریعت میں یہ علم مذموم ہے حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو، اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۴۲۷، یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۴۴۸، حلیۃ الاولیاء ج۴ ص ۱۰۸، مجمع الزوائد ج۷ ص ۲۲۳۔۲۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنے بعد اپنی امت پر پانچ چیزوں کا خطرہ ہے۔ تقدیر کی تکذیب کرنا اور ستاروں کی تصدیق کرنا۔ (ابو یعلیٰ نے صرف دو کا ذکر کیا ہے) (مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث ۴۱۳۵، مجمع الزوائد ج۷ ص ۲۰۳، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۲۹۲۶)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا خطرہ ہے ستاروں سے بارش کو طلب کرنا، سلطان کا ظلم کرنا اور تقدیر کی تکذیب کرنا۔ (مسند احمد ج۵ ص ۹۰ طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث ۲۰۷۴۳، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اس کی سند میں یزید رقاشی ضعیف ہے باقی راوی ثقہ ہیں)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخر زمانہ میں مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ ستارے ہیں، تقدیر جھٹلانا ہے اور سلطان کا ظلم کرنا ہے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۸۱۱۳، مجمع الزوائد ج۷ ص ۲۰۳، اس کی سند میں ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں)

امام غزالی فرماتے ہیں نجوم کے احکام محض ظن، تخمین اور اندازوں پر مبنی ہیں، اور ان کے متعلق کوئی شخص یقین یا ظن غالب سے کوئی حکم نہیں لگا سکتا، لہٰذا اس پر حکم لگانا جہل پر حکم لگانا ہے، سو نجوم کے احکام اس لئے مذموم ہیں کہ یہ جہل ہیں نہ اس حیثیت سے کہ یہ علم ہیں، یہ علم حضرت ادریس علیہ السلام کا معجزہ تھا (دراصل وہ علم رمل تھا یعنی لکیروں سے زائچے بنانے کا علم، وہ نجوم کا علم نہیں تھا) اب یہ علم مٹ چکا

© rasailojaraid.com